وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (۲۷)

اور ایک ترک کرنا دنیا کا جو انھوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا اُن پر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم ۔ اے ؛ پی ۔ ایچ ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر

۵

اِدارہ مسعودیہ ۶/۲ ، ای ۔ ۵ ، ناظم آباد
کراچی ۔ پاکستان

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ (حدید ۲۷)

اور ایک ترک کرنا دُنیا کا جو اُنھوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ اُن پر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

بین الاقوامی سلسلۂ اشاعت نمبر

۵

اِدارۂ مسعودیہ ۶/۲، ای۔ ۵، ناظم آباد
کراچی، پاکستان

۵
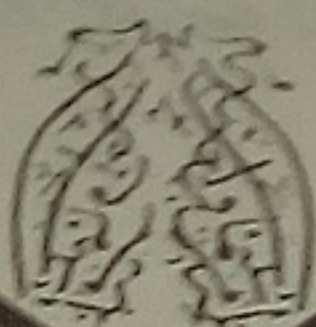
وہ رب العالمین ہر دن نئی شان سے جلوہ گر ہے[۱] ——— مگر کون دیکھے، ہمیں کیا آئے نظر، کیا دیکھیں؟ ——— وہ رحمۃ للعالمین، ہر آنے والی گھڑی جس کے لیے رفعتوں کا پیغام لا رہی ہے[۲] ——— مگر کون سنے، ہم کیا سنیں، ہماری سمجھ میں کیا آئے؟ ——— اس کے کرم سے ہر سمت نئی نئی بہاریں نظر آرہی ہیں ——— نئے نئے انسان، نئے نئے مکان، نئی نئی بستیاں، نئے نئے شہر، نئے نئے ملک، نئے نئے افق، نئے نئے آسمان، نئی نئی زمین ——— نئے نئے پرند، نئے نئے چرند ——— نئے نئے درخت، نئی نئی ٹہنیاں، نئی نئی پتیاں، نئی نئی کلیاں، نئے نئے پھول، نئے نئے پھل ——— نئے نئے افکار، نئے نئے نظریات، نئے نئے خیالات، نئے نئے جذبات، نئے نئے احساسات ——— نئی نئی آرزوئیں، نئی نئی تمنائیں، نئی نئی امنگیں ——— آسمان کو دیکھئے، زمین کو دیکھئے، باہر دیکھئے ——— جدھر دیکھئے نئی نئی بہاریں، نئے نئے مناظر، نئے نئے جلوے ——— پانی بہہ رہا ہے۔ سیلاب اُمنڈ رہا ہے، طوفان اُٹھ رہا ہے ——— روکے نہیں، رکتے نہیں کہ بھر کر ہر چیز کو تہہ و بالا نہ کر دے ——— راستہ دیکھئے، راستہ، ہاں سیدھا راستہ ——— اللہ کے محبوبوں کا راستہ ———

جس نے ہم کو پیدا کیا، اُس کو ہم سے پیار ہے ——— جو اُس کو یاد کرتا ہے، وہ اُس کو یاد کرتا ہے[۳] ——— جو اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، وہ اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے[۴]۔ جو اس کے لیے زندگی وارتا ہے، وہ اُس کو زندہ جاوید بنا دیتا ہے[۵] ——— ہاں وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ ——— اُس کے نیک بندے جس بات کو اچھا سمجھتے ہیں، وہ بھی اچھا سمجھتا ہے[۶] ——— اللہ اللہ اُس کو اپنے پیاروں سے کتنا پیار ہے؟ ——— جو پیارا اس کی رضا و خوشنودی کی خاطر جتن کرتا ہے، وہ اُس کو اپنا بنا لیتا ہے، ——— اجر بھی دیتا ہے، انعام بھی عطا فرماتا ہے[۷] ——— سُنیے، سُنیے وہ کیا فرما رہا ہے؟

پھر ہم نے اُن کے پیچھے اِسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے، اور اُن کے پیچھے

عیسیٰ بن مریم بھیجا اور اسے انجیل عطا فرمائی اور اس کے پیروؤں کے دل میں نرمی اور رحمت رکھی ــــــ اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی، ہم نے اُن پر مقرر نہ کی تھی، ہاں، یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی تھی پھر اسے نہ نباہا جیسا کہ اس کے نباہنے کا حق تھا تو اُن کے ایمان والوں کو ہم نے اُن کا ثواب عطا کیا [۵] ــــــ

اس آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

(۱) اللہ کی رضا چاہنے کے لیے دین میں نئی بات نکالی جا سکتی ہے۔

(۲) جو بات اللہ کی رضا کے لیے دین میں نکالی جائے اُس کو پابندی کے ساتھ کرتے رہنا چاہیئے، چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

(۳) ایسی نئی باتوں اور اچھی بدعتوں پر اگر پابندی سے عمل کیا جائے تو اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ایسی اچھی بدعتوں میں، جو من کی چاہت سے دین میں نکالی جائیں تائیدِ الٰہی بھی شاملِ حال رہتی ہے۔

مثال کے طور پر یہاں صرف تین حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں ہر سمت نماز ادا فرماتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کیوں نہ مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنایا جائے، اس نئی تجویز کو تائیدِ الٰہی حاصل ہوئی اور حکم دیا گیا:۔

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ! [۶]

اس کے بعد حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم یہیں نماز پڑھتے تھے اور آج امام کعبہ بھی یہیں کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) نماز پنج گانہ پر اگر غور فرمائیں تو احادیث کے مطابق اول اول ان نمازوں کو اللہ کے مقدس رسولوں نے اپنی اپنی خوشی سے اللہ کی رضا چاہنے کے لیے ادا کیں پھر یہ نمازیں فرض کر دی گئیں ــــــ نمازِ فجر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی، نمازِ ظہر حضرت اسماعیل علیہ السلام یا حضرت اسحاق علیہ السلام نے، نمازِ عصر حضرت عزیر علیہ السلام نے، نمازِ مغرب حضرت داؤد علیہ السلام نے اور نمازِ عشاء حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے [۷] پھر یہ نمازیں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت بن کر فرض قرار پائیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے من کی چاہت سے نکالی جانے والی باتیں جتنے عظیم انسانوں سے نسبت رکھتی ہیں اتنی ہی عظیم ہوتی چلی جاتی ہیں۔

(۳) کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلایا، پاس ہی عمر (رضی اللہ عنہ) بیٹھے ہوئے تھے ــــــ فرمایا، عمر (رضی اللہ عنہ) کہہ رہے ہیں کہ جنگِ یمامہ شدت اختیار

کر چکی ہے کہیں قاری حضرات شہید نہ ہو جائیں اگر ایسا ہوا تو قرآن کا ایک حصہ ضائع ہو جائے گا لہٰذا

میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرلیں، میں نے جواب دیا:۔

میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا[۱۲]

عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:۔

خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے[۱۳]

عمر (رضی اللہ عنہ) زور دیتے رہے یہاں تک کہ اس کام کے لیے اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی رائے سے متفق ہو گیا

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنا چاہا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا:۔

"آپ دونوں حضرات یہ کام کیوں کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟"[۱۴]

اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے[۱۵]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں حضرات کو اپنے ساتھ متفق کرنے پر زور دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اُن کا سینہ بھی اس طرح کھول دیا جس طرح ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے سینے کھول دیے تھے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کام کے لیے کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔[۱۶]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسا کام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور نہ منع کیا ہو، اپنے دل کی خوشی سے رضاء الٰہی یا رفاہِ عام کے لیے کیا جا سکتا ہے، ایسے نیک کام کرنے کی قرآن نے بھی اجازت دی ہے۔ اسی لیے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسی کام کو قسم کھا کر بہتر قرار دیا۔ انشاء اللہ ہم آگے چل کر اس سلسلے میں دو احادیث پیش کریں گے۔

◎

قرآن کریم میں ایک لفظ 'تَطَوَّعَ' آیا ہے جس کے معنی ہیں "اپنے دل کی خوشی یا من کی چاہت سے کوئی اچھا کام کرنا" ــــ مندرجہ ذیل دو آیتیں ملاحظہ فرمائیں جن میں ایسے امور کی قدر و منزلت اور اچھائی کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا[۱۷]

(۲) پھر جو خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس کے واسطے[۱۸]

قرآن کریم میں نیکی اور بدی کا اکثر ذکر آیا ہے اور اس پر اجر و ثواب کی خوشخبری دی ہے اور سزا و عذاب کی وعید سنائی ہے۔ مطلق نیکی و بدی کے ذکر سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب ایمان کا شعور نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتا ہے اور وہ اپنی خوشی و مرضی سے کوئی بھی نیکی اختیار کر سکتا ہے ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دل کی خوشی کا خیال رکھا، آپ کے پاس ایک اعرابی آیا اور نماز کے بارے میں دریافت کیا، آپ نے فرمایا:۔

پانچ وقت کی نماز مگر جو تم اپنے دل کی خوشی سے پڑھ لو۔ [19]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے "دل کی خوشی" سے عبادت کرنے اور نیک کام کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور جن صحابہ نے ایسا کیا اُن کو خوش خبریاں سنائیں اور اجر و ثواب کی بشارتیں دیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر عرض کیا، میں نے کوئی عمل اسلام میں جس کی نفع کی امید بہت ہو اس سے زیادہ نہیں کیا کہ میں جب پورا وضو کرتا ہوں، کسی وقت میں رات یا دن کو تو اس وضو سے نماز پڑھتا ہوں جتنی اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھی ہے۔ [20] ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اپنی خوشی سے رضائے الٰہی کے لیے نوافل پڑھتے تھے۔

(۲) حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ نے سولی پر چڑھائے جانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی [21] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہ دیا تھا۔

(۳) ایک صحابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے رکوع سے اٹھتے ہوئے " رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " کے ساتھ ان کلمات کا اضافہ کیا " حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ " ــــــ نماز کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا " یہ کلام کس نے کہا تھا "، وہ صحابی بولے " میں نے " آپ نے فرمایا، " میں نے تیس ۳۰ سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ہر ایک لپک رہا تھا کہ کون اس کو پہلے لکھے " [22]

(۴) صحابہ نماز پڑھ رہے تھے ایک صحابی نے صف اول میں شامل ہوتے ہوئے فرمایا ــــــ " اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا " ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے تعجب ہوا جب اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے۔ [23]

(۵) ایک صحابی مسجد قبا میں نماز پڑھاتے تھے، نماز میں جب کوئی سورۃ پڑھتے اس سے پہلے سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی سے سورۃ اخلاص پڑھنے کی وجہ دریافت فرمائی، عرض کیا، مجھے اس سے محبت ہے ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اس کی محبت تم کو جنت میں لے جائے گی "۔ [24]

(۶) ایک صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا سردار بنا کر جہاد کے لیے روانہ کیا، یہ صحابی اپنی فوج کے ساتھ جب نماز پڑھتے تو قرأت کو قل ھو اللہ احد پر ختم کرتے —— جب لوٹ کر آئے تو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، فرمایا ان سے پوچھو ایسا کیوں کرتے ہیں، جب پوچھا گیا تو عرض کیا، یہ رحمٰن کی صفت ہے اس لیے میں اس کے پڑھنے کو دوست رکھتا ہوں —— آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔[25]

(۷) ایک صحابی نے دوران سفر ایک قبیلے کے سردار کو (جسے کسی زہریلی چیز نے کاٹ لیا تھا یا وہ بیمار ہو گیا تھا) سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ اچھا اور تندرست ہو گیا —— قبیلہ والوں نے صحابی کو بکریوں کا ایک ریوڑ دیا ——

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ کیسے پتا چلا کہ یہ جھاڑ پھونک اور عمل ہے، اس کو لے لو اور اس میں میرا حصہ بھی لگاؤ، دوسری روایت میں ہے کہ کھاؤ اور اس میں میرا حصہ لگاؤ۔[26]

(۸) ایک صحابی نے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ایک پاگل پر سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔[27]

(۹) ایک صحابی رات بھر قیام کرتے اور سورۃ اخلاص پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے۔[28]

(۱۰) ۹ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی پر جہاں جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ زن ہوئے صحابہ کرام نے وہاں مسجدیں بنا دیں۔[29] جس طرح اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائی گئی تھی۔[30]

قرآن شریف کے علاوہ احادیث شریف میں بہت سی ایسی مثالیں ملیں گی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دل کی خوشی سے کوئی بھی نیکی اختیار کرنے کو اللہ نے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا بلکہ ترغیب و تشویق فرمائی ہے —— اور اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔

◎

مندرجۂ بالا امور تو وہ تھے جو سنت میں داخل ہیں کیونکہ ہر وہ چیز سنت ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیا ہو یا صحابہ نے کیا ہو اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا ہو یا خاموشی اختیار فرمائی ہو —— اصطلاح حدیث میں سنت کا مفہوم یہی ہے —— ویسے سنت کے معنی طریقے کے ہیں۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر انہیں معنی میں لفظ سنت اور اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے[31] —— ابن تیمیہ نے سنت کے معنی ایسے طریقے کے کیے ہیں جس پر بار بار چلا جائے وہ لکھتے ہیں:۔

سُنّت کے معنی ’عادت‘ ہے اور وہ طریقہ جس پر بار بار چلا جائے تاکہ وہ لوگوں کی مختلف قسموں کے لیے وسیع ہو جائے خواہ اسے عبادت شمار کیا جائے یا نہ[۳۲] ——

حدیث شریف میں بھی لفظ ’سُنّت‘ ان معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

جس نے اسلام میں اچھا" طریقہ" نکالا تو اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے جب کہ بعد والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی ——
اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے جب کہ بعد والوں کے گناہ میں کمی نہیں کی جائے گی[۳۳]

ایک حدیث میں اچھے طریقے کو "ہدایت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

جو شخص "ہدایت" کی طرف بلائے اس کو ہدایت پر چلنے والوں کا بھی ثواب ملے گا اور چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اس کو گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور گمراہی چلنے والوں کا گناہ بھی کچھ کم نہ ہوگا[۳۴]

ہدایت و گمراہی اور اچھے اور بُرے طریقے کی پہچان سورۂ فاتحہ میں بتا دی گئی۔ ہدایت کا راستہ اور اچھا طریقہ وہ ہے جو اللہ کے محبوبوں نے اختیار کیا ہو۔ گمراہی کا راستہ اور بُرا طریقہ وہ ہے جو اللہ کے مغضوبوں نے اختیار کیا ہو —— اللہ کے پیارے وہ راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتے جو اللہ کو پسند نہ ہو بلکہ ان کا تو ہر کام اللہ کو پسند ہے اسی لیے اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دی گئی[۳۵] ——

حدیث پاک میں جس سُنّت حسنہ (اچھا طریقہ) اور سُنّت سیّئہ (بُرا طریقہ) کا ذکر کیا گیا ہے قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر موجود ہے[۳۶] —— اور اسی کو خیر و شر سے تعبیر کیا گیا ہے[۳۷] —— ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی فرما دی گئی کہ جس نے اچھا یا بُرا طریقہ ایجاد کیا وہ ریکارڈ ہو رہا ہے اور جس نے اچھی یا بُری نشانیاں چھوڑیں وہ بھی گنی جا رہی ہیں:۔

بے شک ہم مُردوں کو جِلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں[۳۸]

قرآن کریم میں خیر و خیرات اور صالحات کا ذکر بھی اسی تناظر میں کیا گیا ہے[۳۹] —— یعنی اچھے کاموں اور اچھے طریقوں کا ذکر ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود قرآن کریم ایسی نیکیوں کی ترغیب دے رہا ہے جو دل کی خوشی سے کی جائیں، مگر اجر و ثواب کا استحقاق اسی کو، جو مسلمان ہے[۴۰] —— ۴۰ مقامات پر صالحات —— سرکش کے لیے دنیا

میں بھی کوئی اجر نہیں خواہ کتنی ہی نیکیاں کرے۔ ——

◎

حقیقت یہ ہے کہ نیکی و بدی کا دارومدار ظاہر سے زیادہ باطن پر ہے —— نیکی وہ ہے جو محض رضائے الٰہی کے لیے کی جائے جس کا بار بار قرآن حکیم میں ذکر کیا گیا ہے[41] —— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہنا بھی اللہ کی رضا چاہنا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اللہ آپ کی رضا چاہتا ہے۔[42] حدیث شریف میں آتا ہے:۔

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔[43]

اس حدیث پاک کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے کام کی نیت پر بھی ثواب ملتا ہے اور عمل پر بھی۔[44] بے شک نیت کا حال اللہ کو معلوم ہے اس لیے اگر کوئی مسلمان کوئی نیک کام اللہ و رسول کی خوشنودی کے لیے ایجاد کرتا ہے تو اس سے بدگمان نہ ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں بدگمانی کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔[45]

◎

اوپر سنت حسنہ و سنت سیئہ یعنی اچھے اور برے طریقوں پر گفتگو کی گئی —— اس سلسلے میں ایک اور لفظ سامنے آتا ہے یعنی 'بدعت' جو ہمارے معاشرے میں اکثر بولا جاتا ہے —— ہم نے ساری نفرتیں اس لفظ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور یہ بھی خیال نہیں کیا جاتا کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بھی استعمال فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔[46] (آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا) —— لفظ "بدعت" کی جتنی صورتیں ہیں اس میں قدرت، نیا پن، تخلیق، تجدید کا عنصر پایا جاتا ہے، یہ ایسا لفظ نہیں جس سے نفرت کی جائے۔ —— ملاحظہ فرمائیں:۔

بَدَعَ (تخلیق کیا)، بَدُعَ (حیرت انگیز، بے مثال ہوا)، بَدْعٌ (نادر، ایجاد)، بُدُوْعٌ (یکتا)

بَدْعاً (ایجاد کرنا)، بُدُوْعاً (یکتا اور لاثانی ہونا) بِدْعٌ (نئی، بے مثل)، بِدَعٌ (بہت سی نئی ایجادات
بَدِیْعٌ (بے مثل، خالق، بغیر نمونہ سابق کے پیدا کرنے والا) بَدِیْعَہ (اعجوبہ) أُبْدَعُ (زیادہ اصلی)، أَبْدَعَ
(خوش اسلوبی سے کام کرنا، عمدگی سے کام کرنا) اِبْدَاعٌ (تخلیق، ایجاد، اختراع)، مُبْدِعٌ (ایجاد کرنے والا، سوچنے
والا) اِبْتَدَعَ (ایجاد کرنا) اِبْتِدَاع (تخلیق)، مُبْتَدِعٌ (نئی چیز پیدا کرنے والا) اِسْتَبْدَعَ (کسی چیز کو بے مثل،
حیرت انگیز جاننا) ——

لفظ 'بدعت' کے رنگا رنگ معانی آپ نے ملاحظہ فرمائے، کیا یہ اس قابل ہیں کہ ان سے نفرت کی جائے؟
—— لفظ "بدعت" سے نفرت کرنا ایسی ہی ہے جیسے کوئی انسان، انسان سے نفرت کرنے لگے، مگر انسانوں میں تو اچھے بھی ہیں اور برے بھی —— جیسے پرندوں سے نفرت کرنے لگے، مگر پرندوں میں تو اچھے بھی ہیں اور برے بھی —— جیسے کوئی پھولوں سے نفرت کرنے لگے، مگر پھولوں میں تو اچھے بھی ہیں اور برے بھی —— یہ اچھا اور برا آپ ہر جگہ پائیں گے —— خواہ حیوانات کی دنیا ہو، خواہ نباتات وجمادات کی، خواہ اقوال واعمال کی —— اللہ نے ہمیں عقل اسی لیے دی ہے کہ اچھے اور برے میں تمیز کریں، اچھے کو اپنائیں اور برے سے پرہیز کریں ورنہ عقل کی کوئی ضرورت نہ تھی —— لفظ 'بدعت' کے لغوی معنی کے اعتبار سے تو ہر قلمکار، ہر مصنف، ہر محقق، ہر موجد، ہر سائنسداں، ہر ڈیزائن بنانے والا، 'بدعتی' ہے یعنی نئی نئی باتیں سوچتا ہے اور نئی نئی چیزیں بناتا ہے —— حقیقت یہ ہے کہ تخلیقی قوت ایک زندہ قوم کی نشانی ہے۔ اس کے بغیر زندگی متحرک نہیں۔

حدیث شریف میں 'بدعت' کے ہم معنی ایک لفظ 'حدث' بھی آیا ہے۔ اس لفظ کی ہر صورت میں قدرت، ایجاد، تخلیق کا عنصر پایا جاتا ہے۔ یہ بھی ایسا لفظ نہیں جس سے نفرت کی جائے، ملاحظہ فرمائیں:-

حَدَثَ (واقع ہوا)، حَدَثٌ (نادر، حادثہ) حَدِیْثٌ (جمع حِداث، حُدثاء) (نئی، نادر، جدید) حَدِیْثٌ (جمع احادیث گفتگو، بات۔ حُدُوْثٌ (وقوع) حَدَاثَۃ (نیا پن، نادر، تازگی، جدید، شباب)، أَحْدَثُ (زیادہ جدید)، اِسْتِحْدَاث (تخلیق، ایجاد) مُسْتَحْدَثٌ (نیا، نادر)، مُسْتَحْدَثَاتٌ (نئی باتیں، نئی چیزیں)، قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ انہی معنی میں آیا ہے[۹] بہرحال لفظ 'بدعت' کے بارے میں عرض کرنا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا اس کے معنی ہیں سب سے پہلے کوئی کام کرنا، سب سے پہلے متعارف کرانا، ایجاد کرنا، تخلیق کرنا، کوئی نئی چیز نکالنا —— قرآن حکیم میں بھی یہ لفظ انہیں معنی میں آیا ہے[۱۰] —— اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ[۱۱] (پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا پیدا کرنے والا)، انسان اللہ کی صفات کا مظہر ہے، اس کے کرم سے وہ بھی نئی نئی چیزیں بناتا اور ایجاد کرتا ہے گویا اس کی فطرت ایجاد پسند ہے اور فطری طور پر 'بدعتی' ہے —— یعنی نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے والا —— اسی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اچھی باتوں کو پسند فرمایا اور اس کے حبیب کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے طریقوں کے ایجاد کرنے پر بشارت دی اور بُرے طریقوں سے بچنے کا حکم دیا ——— پھر بعض احادیث میں صاف صاف بتادیا کہ بُرے طریقے کون کون سے ہیں یہاں چار احادیث شریفہ پیش کی جاتی ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی طبع ایجاد پسند کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا بلکہ ایک حد تک پابند کردیا ہے:۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بہترین سیرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے، بُرے امور وہ ہیں جو نو پیدا ہوں، ہر نو پیدا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[۵۲]

(۲) بے شک بہترین کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ کا طریقہ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو نو پیدا ہوں اور ہر نو پیدا چیز گمراہی ہے۔[۵۳]

(۳) بس میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت تم پر لازم ہے اور اس کو مضبوطی کے ساتھ دانت سے خوب پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو کیوں کہ جو نئی بات ہوگی وہ بدعت ہوگی اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[۵۴]

(۴) جس کسی نے ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالی جو اس میں نہیں، وہ مردود ہے۔[۵۵]

ان احادیث کریمہ کو غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محض نئی بات اور نئی ایجاد پر کوئی پابندی نہیں کیوں کہ ہر نئی بات و ایجاد پر پابندی لگانا انسانی فطرت کے بھی خلاف ہے اور اُن احادیث شریفہ کے خلاف بھی ہے جو اوپر مذکور ہوئیں، اسلام دین فطرت ہے اس لیے مندرجہ بالا احادیث شریفہ میں ایسی نئی باتوں اور نئے کاموں پر پابندی لگائی ہے جو:۔

ا۔ جو قرآن حکیم کے خلاف ہو

ب۔ جو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو

ج۔ جو خلفاء راشدین کی پاک سیرتوں کے خلاف ہے

د۔ جس کی اصل دین اسلام میں موجود نہ ہو

اگر ہم ان احادیث کے ایک حصہ کو چھوڑ کر صرف وہی حصہ سامنے رکھیں جس میں نئی نئی باتوں کی ممانعت کی گئی ہے تو بیشک یہی مفہوم سامنے آتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے ہر نئی بات کو گمراہی سے تعبیر فرمایا ہے ——— مگر یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کوئی قرآن حکیم میں آیت کا صرف اتنا حصہ پڑھے کہ "نماز کے قریب جاؤ"[۵۶] اور دوسرا حصہ نہ پڑھے جس میں کہا گیا ہے کہ "جب تم نشے میں ہو"[۵۷] ——— (یہ آیت شراب کی حرمت سے پہلے نازل ہوئی) اور یہ کہے کہ قرآن کریم میں تو نماز نہ پڑھنے کا حکم ہے (معاذ اللہ) ——— یا کوئی اُس آیت سے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

پرندوں کی بوٹیاں ہر پہاڑ پر ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے[۵۸] یہ مفہوم لے کر ہر پہاڑ (کل جبل) سے مراد دنیا کے سارے پہاڑ ہیں — ایسا مفہوم لینا یقیناً بعید از عقل ہوگا اور کسی مفسر نے بھی یہ مفہوم نہیں لیا — حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان احادیث میں ہر بدعت سے بدعت ضلالہ ہی مراد ہے کیوں کہ بدعت حسنہ یا سنت حسنہ کی تو آپ نے خود اجازت مرحمت فرمائی اور اس پر اجر و ثواب کی بشارت بھی دی — اور سنت سیئہ یا بدعت ضلالہ کے بارے میں صرف یہ حدیث پاک بیان کر دینا ہی کافی ہوگا۔

گورنر یمن باذان کے دو افسر دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ مونچھیں بے تحاشہ بڑھی ہوئیں اور داڑھی منڈی ہوئی — حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت کراہت سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا:-

تم دونوں برباد ہو! آخر تمہیں ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا؟

وہ بولے:-

ہمارے پروردگار نے (یعنی شاہ ایران کسریٰ نے)

آپ نے فرمایا:-

مجھے تو میرے پروردگار نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم فرمایا ہے[۵۹]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اس نئی بدعت کو ناپسند فرماتے ہیں جو آپ کی سنت کے خلاف ہو۔ غور فرمائیں جب آپ نے ان آتش پرستوں کے منڈے ہوئے اور گھٹے ہوئے چہرے کراہیت سے دیکھے تو کیا مسلمانوں کے ایسے چہرے دیکھ کر کراہیت نہ ہوگی؟ اصل میں احادیث مذکورہ میں ایسی بدعتوں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن و سنت کے خلاف ہوں — اگر ہم اسی پر اصرار کریں کہ احادیث سے ہر بدعت مراد ہے تو پھر اُن قرآنی آیات اور اُن احادیث کا کیا مفہوم لیا جائے گا جو اوپر پیش کی گئیں؟ — ایسے محدود معنی لینا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رفیع کے بھی منافی ہے — حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعطیت جوامع الکلم[۶۰] یعنی مجھے کوزوں میں دریا عطا فرمائے گئے ہیں — اللہ نے فرمایا، آپ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں[۶۱] تو جس کے کلام میں حیرت انگیز ایجاز و اختصار اور جامعیت و حکمت ہو اس کے کلام کے ایسے معنی لینا جو کسی بے عقل کے لیے بھی بعید از عقل ہوں اُس انسانِ کامل کو بلندی سے پستی کی طرف لانا ہے جس کو اللہ نے بلندیاں عطا فرمائیں[۶۲] — یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی کہ بلاوجہ ہر نئی بات گمراہی و ضلالت کیوں ہو؟ — کسی شے کا نیا ہونا کوئی برائی نہیں، نہ پرانا ہونا کوئی اچھائی ہے — اچھائی اور برائی اس نئی چیز کے اچھے اور بُرے ہونے میں ہے۔

◎

بعض احادیث سے یہ مسئلہ اور واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے :۔

حلال وہ ہے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا ــــــــ اور حرام وہ ہے جس کو خدا نے اپنی کتاب میں حرام کیا ــــــــ اور جس سے خاموشی اختیار فرمائی وہ عفو (جائز) ہے[۶۳]

دوسری حدیث میں آتا ہے :۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے بعض فرائض، فرض کیے ہیں پس ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام فرمائی ہیں، اُن کی حرمت نہ توڑو، اور کچھ حدیں قائم کیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بغیر بھول کے خاموشی اختیار فرمائی، ان میں بحث نہ کرو[۶۴]

چوں کہ ایسے نئے امور اور نئی باتیں جن سے اللہ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی جائز و مباح ہیں اس لیے ایسے امور کے بارے میں پوچھنے سے بھی صحابۂ کرام کو منع کیا گیا کہیں وہ مشقت میں نہ پڑ جائیں، اللہ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آسانیاں پسند ہیں اسی لیے قرآن حکیم میں صحابۂ کرام کو ہدایت کی گئی :۔

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتر رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی، اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا اور علم والا ہے[۶۵]

مسلم شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں حج فرض ہونے کا اعلان فرما رہے تھے، ایک صحابی نے عرض کیا، 'کیا ہر سال فرض ہے'؟ ــــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، جواب نہ دیا ــــــــ سائل نے پھر عرض کیا تو ارشاد فرمایا :۔

جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو۔ اگر میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے[۶۶]

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے جس کام کے کرنے نہ کرنے کا قرآن و حدیث میں حکم نہ ہو وہ بخوشی کیا جا سکتا ہے ــــــــ ایسے امور جن کے نہ کرنے کا حکم نہیں دیا ان کو اچھا اور برا تو کہا جا سکتا ہے مگر حلال و حرام کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا، ایسا کرنا خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرنا ہے، قرآن حکیم میں اس سے منع کیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ حلال ہے، وہ حرام ہے تاکہ

اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھ دیتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔[۶۶]

جیسا کہ عرض کیا گیا ایسی باتوں کو جن کے نہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور خاموشی اختیار فرمائی، اچھا اور بُرا کہا جا سکتا ہے۔ یہ اچھے، بُرے کی تقسیم بھی احادیث میں کر دی گئی ہے جو اوپر مذکور ہوئی، دو حدیثیں اور پیش کی جاتی ہیں۔ جس سے بات اور صاف ہو کر سامنے آ جائے گی۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں دو یا تین راتیں مسلسل تراویح ادا فرمائیں پھر اس خیال سے ترک فرما دیں کہ کہیں فرض نہ ہو جائیں اور مسلمان مشقت میں پڑ جائیں۔[۶۸]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشاء نبوت پا کر اپنے دور خلافت میں باقاعدہ نماز تراویح قائم کی اور فرمایا:۔

بڑی اچھی بدعت ہے۔[۶۹]

(۲) جو شخص گمراہی کی بدعت نکالے جس سے اللہ و رسول راضی نہ ہوں اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عمل کریں اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔[۷۰]

ان دونوں احادیث سے روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا کہ ہر وہ نئی چیز جس سے اللہ اور اللہ کا رسول راضی ہو یا ان کی منشاء کے مطابق ہو اچھی ہے اور جس سے ناراض ہوں، یا ان کی منشاء کے خلاف ہو، وہ بُری ہے ——

علماء و فقہاء نے ایسی نئی باتوں پر تفصیل سے بحث کی ہے، اس بحث کا خلاصہ مولوی عبدالحق حقانی نے اپنی کتاب عقائد الاسلام (مطبوعہ دہلی) میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب پر مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تقریظ لکھی ہے جس میں ہے:۔

ایسی کتاب اس زبان میں دیکھی نہ سُنی، مضمون کی خوبی مصنف کے کمال کی دلیل ہے۔[۷۱]

(ربیع صفر ۱۳۴۵ھ)

اس کتاب میں مولوی عبدالحق حقانی تحریر فرماتے ہیں:۔

"بدعت" لغت میں نئی چیز کو کہتے ہیں اور شرع میں بدعت اس کمی یا زیادتی کو کہتے ہیں جو بغیر اذن شارع کی جائے اور شارع کے قول و فعل سے صراحۃً یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جائے۔ فقہاء نے انہیں معنی کی روشنی میں 'بدعت' کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے:۔

بدعت[۱] واجب، بدعت[۲] مستحب، بدعت[۳] مباح، بدعت[۴] مکروہ، بدعت[۵] حرام ۔۔۔۔ حدیث پاک میں بدعت کو جو گمراہی کہا گیا ہے اس سے ہر قسم کی بدعت مراد نہیں بلکہ بدعت مکروہ اور بدعت حرام مراد ہے۔[۷۲]

پھر اس اجمال کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں :-

جو چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو خواہ آپ نے اس کو کیا ہو یا آپ کے اصحاب کرام نے آپ کے سامنے کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا ہو سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں، سنت ہے۔

اور جو چیز آپ کے عہد میں نہیں وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل یوں ہے۔

- ____ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع نہ ہو۔
- ____ اگر وہ از قسم عبادت ہے تو اس کی تین صورتیں ہیں صحابہ کے عہد[۱] میں ہے، یا تابعین[۲] کے عہد میں یا تبع تابعین[۳] کے بعد یا اس کے بعد
- ____ اگر صحابہ کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہ نے خبر پاکر منع نہ کیا ہو۔
- ____ اگر تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان حضرات نے خبر پاکر منع نہ کیا ہو۔
- ____ صحابہ یا تابعین و تبع تابعین کے عہد کی چیز اس لیے بھی بدعت نہیں کہ ان تینوں زمانوں کو (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے) "خیر القرون" فرمایا۔[۴۳]
- ____ جو چیز ان تینوں زمانوں کے بعد پیدا ہوئی اس کو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت، قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جائے پس اگر اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں پائی جائے اور ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہو تو بدعت نہ ہوگی۔
- ____ اگر اس کی نظیر ان تینوں زمانوں میں نہ پائی جائے اور کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں تو بدعت ہیں۔[۴۴]

پھر آخر میں پوری بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا :-

جہاں شرع سے اجازت ہو خواہ دلالۃً یا اشارۃً اور وہ قرون ثلثہ کے بعد وجود میں آئے تو بدعت نہیں۔[۴۵]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو چیز اصول و قواعد سنت کے مطابق ہو یا اس سے قیاس کی گئی ہو وہ بدعت حسنہ ہے جو اس کے مخالف ہے وہ بدعت سیئہ ہے، ساری بدعتیں ایک جیسی نہیں۔

علامہ شاطبی نے کتاب الاعتصام میں ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے بدعت کی تعریف کی ہے۔

پہلی تعریف :- دین میں وہ خود ساختہ طریقہ جو شریعت کے مشابہ ہو اور اس پر چلنے کا مقصد اللہ کی

عبادت میں مبالغہ ہو۔

دوسری تعریف، دین میں وہ خود ساختہ طریقہ جو شریعت کے مشابہ ہو اور اس پر چلنے کا وہی مقصد ہو جو طریقۂ شرعیہ سے مقصود ہے۔[۲۶]

پہلی تعریف کی رو سے سورۂ حدید میں نصاریٰ کا رہبانیت اختیار کرنا بدعت حسنہ قرار پاتا ہے۔ ہاں دوسری تعریف بدعت سئیہ کے ذیل میں آتی ہے مثلاً اگر کوئی میدان عرفات کی طرح اجتماع کرے، ساری دنیا کے لوگوں کو دعوت دے، اس میں شریک ہونے والے سفرِ حج کا سا اہتمام کریں، اور شریک ہو کر خود کو حاجی سمجھنے لگیں تو بیشک یہ گمراہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بدعت کی خرابی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کوئی کسی اچھے نو پید عمل کو فرض جان کر لازم کر لے اور اس کو دین کا ایسا جز سمجھنے لگے جو جدا نہ ہو سکے اور اس کی شناخت بن جائے۔ اس پر عمل نہ کرنے والوں کو برا سمجھے بلکہ ان سے قطع تعلق کر لے اور اس طرح ایک مستحب کی خاطر فرض کو چھوڑ دے۔ بدعات حسنہ کے بارے میں یہ طرز عمل رکھنا چاہیئے جو کرتا ہے، کرنے دیں جو نہیں کرتا اس کو برا نہ کہیں، اس سے تعلق ختم نہ کریں، اس سے بدگماں نہ ہوں جب تک کہ اس سے کوئی ایسی بات صادر نہ ہو جائے جس سے قطع تعلق لازم ہو جائے۔

◎

اب ہم ایک دوسرے زاویہ سے 'بدعت' کا جائزہ لیتے ہیں ——— ہر نئی چیز تین حال سے خالی نہ ہوگی ——— یا وہ اچھی ہوگی، یا بری ہوگی، یا نہ اچھی ہوگی اور نہ بری ——— قرآن و حدیث سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے ——— جو اچھی ہو اس پر عمل کیا جائے، جو بری ہو اس سے بچا جائے، جو نہ اچھی ہو اور نہ بری، وہ کی جائے یا نہ کی جائے، اختیار ہے ——— آنکھ بند کر کے ہر نئی چیز کو برا کہنا معقول بات نہیں ——— جس قوم میں ایجاد کی قوت نہیں وہ مغلوب رہتی ہے، ایجاد کی قوت اللہ کا بڑا انعام ہے، کسی قوم کو مردہ کرنا ہو تو اس کی پوشیدہ قوتِ ایجاد کی نفی کر دی جائے، دل کے دریچے بند کر دیے جائیں، فکر کے سوتے پاٹ دیے جائیں، تو وہ زندہ درگور ہو جاتی ہے ——— شریعت نے اس عظیم قوت کا پاس و لحاظ رکھا ہے کیوں کہ اسلام دین فطرت ہے ——— بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ ہر نئی چیز گمراہی ہے تو لا محالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر پرانی چیز ہدایت ہے، لیکن کیا یہ بات معقول ہوگی؟ ہرگز نہیں ——— اچھائی یا برائی کا تعلق نئے اور پرانے ہونے سے نہیں، یہ بات تو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی، وہ عقل جو دین کے آگے طفل شیر خوار سے بھی کم ہے پھر ایسی بات دین کی بات کیسے ہو سکتی ہے؟ ——— جو ہر نئی چیز کو گمراہی کہتا ہے وہ زمانہ کو ٹھہرانا چاہتا ہے مگر وہ تو کسی کے ٹھہرانے سے

نہیں ٹھہرتا، وہ چلتا چلا جاتا ہے ـــــ بندہ مومن کی شان یہ ہے کہ اس کی چال کو اپنی چال پر چلائے ـــــ زمانے کی فطرت میں تبدیلی ہے ـــــ مستقبل سے حال، حال سے ماضی ـــــ آن کی آن میں یہ سب کچھ ہو جاتا ہے ـــــ اس برق رفتاری میں ٹھہراؤ کی بات عجیب سی بات ہے ـــــ زندگی متحرک ہے، اس کے مظاہر بدلتے رہتے ہیں، خود انسان بدلتا رہتا ہے، اس کے وجود میں ٹوٹ پھوٹ اور تعمیر و ترقی کا عمل جاری رہتا ہے، اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، وہ نئے سے نیا ہوتا چلا جاتا ہے ـــــ کبھی خود کو بھی پہچان نہیں پاتا ـــــ اندر ہی اندر بدلتا چلا جاتا ہے ـــــ اسلام نے مطلق تبدیلی کی اجازت نہیں دی، ایک دائرے میں رہ کر اجازت دی ہے اور یہ اس لیے کہ سیلاب کے آگے پاڑ نہیں باندھی جا سکتی، اس کا رُخ پھیرا جا سکتا ہے ـ اللہ و رسول نے ہر سیلاب کا رُخ موڑنا سکھایا ـــــ یہ اُن کا کرم ہے ـ

جس طرح باغ عالم میں ننھے سے بیج سے پودا اور پودے سے درخت اُبھرتا ہے، پھول پھل لگتے ہیں اسی طرح گلشن آب و گل میں عمل کے بیج بھی پھلتے پھولتے ہیں ـــــ جس نے بیج سے پودا، پودے سے درخت، درخت سے پھول اور پھول سے پھل نکلتے نہیں دیکھے وہ ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ ایک ننھے سے بیج نے یہ کیا جادو کر دکھایا ـــــ اسی طرح جس نے اعمال کی دنیا میں عمل کے بیج سے پودے، پودے سے درخت، درخت سے پھول اور پھول سے پھل نکلتے نہیں دیکھے اس کو یقین نہیں آ سکتا کہ ننھے سے عمل نے یہ کیا بہار دکھائی ـــــ وہ اس درخت کو بیج سے الگ کوئی چیز سمجھنے لگتا ہے ـــــ بیشک وہ انکار کر سکتا ہے مگر اس کو اعمال کی دنیا کا گہرا مطالعہ کرنا چاہئے جب اس کو معلوم ہوگا ـــــ بہت سے اعمال حسنہ کی اصل دین میں ہے گو ہمیں نظر نہیں آتی ـــــ خیر کی زمین میں بوئے جانے والا بیج کا درخت بھی خیر ہی ہوگا اور بدی و شر کی زمین میں بوئے جانے والے بیج کا درخت شر ہی شر ہوگا ـــــ ہمارے معاشرے میں بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کی اصل قرآن میں ہے، بہت سے ایسے ہیں جن کی اصل حدیث میں ہے اور بہت سے ایسے اعمال ہیں اللہ کے محبوبوں نے رضاء الٰہی کے لیے اپنی خوشی سے اختیار کیے مگر کوتاہ بینی کی وجہ سے ہم کو وہ بدعت و گمراہی نظر آتے ہیں ـ پھر بھی اگر کوئی بدعت کا انکار کرتا ہے اور سُنّت پر زور دیتا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ ظاہر و باطن میں سُنّت کے رنگ میں رنگ جا ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سی معیشت اختیار کر ـــــ چھ سات ہاتھ لمبا چوڑا رہنے کے لیے چھوٹا سا حجرہ، پہننے کے لیے سادہ سا ایک جوڑا، کھانے کے لیے کھجور یا جَو کا بِلا چھنا آٹا، سونے کے لیے بوسیدہ ٹاٹ، سواری کے لیے معمولی جانور ـــــ اگر وہ کہے یہ تو دنیا ہے تو کہا جائے گا کہ اسلام دین و دنیا دونوں پر محیط ہے، اسلام میں اس دنیا کا کوئی تصور نہیں جو دین سے الگ ہو ـــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا آخرت کی کھیتی ہے ؎ ـــــ یعنی آخرت سے دنیا کا تعلق ایسا ہے جیسے بیج سے درخت اور فصل کا

تعلق ــــــ یہ نہیں، تو وہ بھی نہیں ــــــ اسی لیے قرآن کریم میں یہ دعا تلقین فرمائی ــــــ اے اللہ! ہماری دنیا بھی اچھی کر اور آخرت بھی اچھی کر[۷۸] ــــــ یعنی آخرت جب ہی اچھی ہوگی جب دنیا اچھی ہوگی ــــــ دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، بیشک ؎

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

وہ دنیا سفاکی و خوں ریزی اور عیاری و چالاکی ہے جس پر دین کا سایہ نہیں ــــــ اسلام افراد کی پرائیوٹ زندگی کی بھی نگرانی کرتا ہے، یہاں صرف ایک حدیث شریف پیش کی جاتی ہے ۔

ایک صحابی تہبند باندھے جا رہے تھے جو ٹخنوں سے نیچے ڈھلک رہا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے تشریف لا رہے تھے، آپ نے صحابی کو تہبند اوپر کرنے کی ہدایت فرمائی ــــــ اور فرمایا کیا میری روش میں تمہارے لیے نمونہ نہیں؟[۷۹]

بظاہر تہبند دنیا نظر آتا ہے، لیکن اگر لباس بھی منشاءِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے ۔ بیشک اسلام میں دنیا، دین سے الگ نہیں ــــــ دنیا میں رہ کر ہی دین پر چلا جا سکتا ہے، دنیا میں کما کر ہی ثوابِ آخرت کی امید کی جا سکتی ہے ــــــ دنیا کو ترک یا نظر انداز کرنا ہرگز ہرگز اسلام نہیں ــــــ اللہ نے جو معاشرتی ذمہ داریاں انسان کے سپرد کی ہیں ان ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنے والا آخرت میں جواب دہ ہوگا۔ اگر انسان گھر بار، عزیز و اقارب، تجارت و کاشت کاری سب کچھ چھوڑ کر نکل پڑے تو گویا اس نے اپنے اوپر نیکیوں کا دروازہ بند کر لیا، اُس کا حال تو مُردوں جیسا ہو گیا جو اپنے گھر بار، عزیز و اقارب، تجارت و کاشت کاری سے دور قبروں میں پڑے ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ زندوں کو مُردہ بنانا نہیں چاہتا، کچھ ہے جو ہم کو دنیا میں بھیجا ہے اور ہم دنیا چھوڑ کر ثوابِ آخرت کا انتظار کر رہے ہیں، افسوس ہم کیا کر رہے ہیں؟

◎
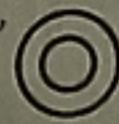
ذکر تھا بدعتوں کا، ذکر تھا دین و دنیا کا ــــــ بدعت خواہ عبادت ہو یا عادت، اگر اچھی ہے تو کرنے والا ثواب کا مستحق ہے، اگر بُری ہے تو کرنے والا سزا کا مستحق ہے ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں آنے والی بہت سے بدعتوں کی پہلے ہی ہم کو خبر دے دی[۸۰] یہ بدعتیں مذہبی بھی ہیں، اخلاقی بھی، تمدنی بھی ہیں تہذیبی بھی، معاشرتی بھی ہیں اور تعلیمی بھی ــــــ ان میں سنتِ حسنہ بھی ہیں اور سنتِ سیئہ بھی ــــــ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمانہ کی حرکی قوت پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر تھی اور آنے والی تبدیلیوں کو بچشمِ خود ملاحظہ فرما رہے تھے ــــــ اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بدعتیں شدنی تھیں اس لیے ہم کو بتا دیا گیا بدعت اچھی ہو تو اپنا لینا

اور وہی ہو تو چھوڑ دینا۔ —— اگر ہم معاشرے پر نظر ڈالیں تو محسوس کریں گے کہ ہم نے شعوری طور پر بہت سی اچھی بدعتوں کو اپنا رکھا ہے اور حد سے گزر کر بہت سی بُری بدعتوں کو بھی اپنا رکھا ہے۔ پھر بھی یہ کہے جاتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارا مطلب کیا ہے۔ ہم کیا چاہتے ہیں —— ؟

یہاں پہلے ہم اُن بدعتوں کا ذکر کریں گے جن کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اور یہ بدعتیں ہماری زندگی، ہماری تعلیم اور ہمارے معاشرے کا لازمی جز بن چکی ہیں۔ ہم نے بخوشی اختیار رکھی ہیں شاید ہمیں معلوم نہیں —— اگر معلوم ہوتا تو ہر بدعت کو گمراہ نہ کہتے ہے۔

(۱) قرآن کریم خط نسخ میں لکھنا، حروف پر نقطے لگانا، الفاظ پر اعراب ڈالنا۔ قرآن حکیم کو تیس پاروں اور پھر ہر پارے کو ربع، نصف، ثلث میں تقسیم کرنا —— ان میں سے کوئی بات خیرالقرون میں نہ تھی۔

(۲) مسجدوں میں مینارے اور گنبد بنانا، جھاڑ فانوس لگانا، فرش و فروش اور قالین بچھانا، ایئرکنڈیشنر لگانا۔ —— یہ سب باتیں بعد کی ہیں۔

(۳) لاؤڈ اسپیکر لگانا، اس میں اذان دینا، نماز پڑھنا، خطبہ دینا، خطبہ جمعہ سے قبل لمبی لمبی تقریریں کرنا —— وغیرہ وغیرہ۔

(۴) دوربینوں سے چاند دیکھنا، تار بھیجنا، ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان کرنا، روزہ کھولنے کے لیے سائرن بجانا، یا نقارہ بجانا —— وغیرہ وغیرہ۔

(۵) تفسیر و حدیث اور فقہ کی کتابیں مدون کرنا، نصاب بنانا، طلبہ کا تحریری امتحان لینا، پاس اور فیل کرنا، شیلڈ اور کپ دینا۔

(۶) ہوٹلوں میں دینی مجالس قائم کرنا، حسن قرأت کے مقابلے کرانا، انعام دینا ——

(۷) فوجوں کو وردیاں پہنانا، جھنڈے کی سلامی دینا، قومی ترانہ سننا اور اس کے لیے سرو قد کھڑے ہونا۔

ایسی بہت سی بدعتیں ہیں جو ہم نے خوشی خوشی اختیار کر رکھی ہیں —— اگر کوئی ان پر بدعت و گمراہی کا حکم لگا کر ختم کرانا چاہے تو شاید اس کو خبطی اور دیوانہ کہیں —— لیکن بعض نئی باتیں اور بدعتیں ایسی بھی ہیں قرآن و حدیث میں جن کی صاف صاف ممانعت موجود ہے لیکن پھر بھی وہ ہمارے معاشرے کا لازمی جز بن کر رہ گئی ہیں، مگر ہم خاموش ہیں بلکہ ان بدعتوں کے مرتکب ہیں گویا کہ وہ سنت ہیں (معاذ اللہ) مطلق احساس نہیں، ——

ہم یہاں ایسی چند بدعتوں کا ذکر کریں گے :-

(۱) سب سے بڑی بدعت تو یہ ہے کہ ہم نے انسانوں پر اللہ و رسول کے قانون کے بجائے اللہ و رسول کے دشمنوں کا قانون نافذ کر رکھا ہے جب کہ قرآن میں اللہ و رسول کی اتباع و پیروی کو لازم کیا ہے[۸۱] ——

مگر کسی کو اس میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

۲) مسلمان سربراہان مملکت، کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے حلیف و دمساز ہیں جب کہ قرآن حکیم میں کھلی ممانعت موجود ہے[82] ——— پھر بھی اس میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

۳) ننگے سر رہنا، داڑھیاں منڈانا جب کہ ہم کو معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ٹوپی پہنی اور عمامہ باندھا اور داڑھی کی شدید تاکید فرمائی[83] ——— خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرواں داڑھی تھی[84] ——— آپ نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا[85] ——— مگر ہم کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں اور احساس تک نہیں کہ کس بدترین بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں، ہمیں ان اعمال میں بھی شرک و بدعت نظر نہیں آتے ———

۴) عورتیں سج بن کر بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں، جب کہ قرآن کریم میں سج بن کر نکلنے کی ممانعت کی گئی ہے[86] ——— اور فرمایا۔ دور جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ پھرو[87] ——— دوپٹے کو گریبانوں پر ڈالے رہو[88] ——— غیر مردوں کو اپنا سنگھار نہ دکھاؤ[89] ——— باہر نکلو تو چادر کا ایک حصہ چہرے پر ڈال لو[90] ——— اپنی نگاہیں نیچی رکھو[91] ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورت کو باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے[92] ——— نابینا صحابی ابن اسحاق حضرت عائشہ کے پاس آئے تو آپ پردے میں چلی گئیں[93] ——— یہ سب باتیں اپنی جگہ مگر ہم کو قرآن و حدیث کے خلاف کسی عمل میں بدعت و گمراہی نظر نہیں آتی ——— اور کسی طرف سے شرک و بدعت کی بات سننے میں نہیں آتی ———

۵) شادی بیاہ کی محفلوں میں بے دریغ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ ریاکاری اور فضول خرچی کی قرآن و حدیث میں سخت ممانعت آئی ہے اور فضول خرچی کرنے والے کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے[94] ——— مگر اس شیطانی عمل میں بھی کسی کو شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

۶) بعض خواتین فخریہ مردوں کا لباس پہنتی ہیں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خواتین پر لعنت فرمائی ہے[95] ——— یہاں تک فرمایا ایسی خواتین کو اپنے گھروں سے نکال دو[96] ——— یہ بھی فرمایا وہ عورت ہم میں سے نہیں جو مردوں جیسی بنے[97] ——— یہاں تک فرمایا، مردانی عورت جنت کی خوشبو سے محروم ہوگی[98] ——— ان احادیث کے ہوتے ہوئے ہمارا کیا طرز عمل ہے، سب کے سامنے ہے ہم کو ان باتوں میں شرک و بدعت نظر نہیں آتا ———

۷) منصوبہ بندی کے بہانے بچوں کی پیدائش پر پابندی لگانا دور جدید کی بدترین بدعت ہے۔ صرف پیٹ اور منہ پر نظر رکھنا، دماغ، آنکھیں اور ہاتھ پیر کو فراموش کر دینا، ولادت کے اعداد و شمار دینا، شرح اموات سے صرف نظر کرنا، اللہ کے نظام کو اپنے ہاتھ میں لینا جب کہ قرآن حکیم میں اعلان فرمایا گیا، "کوئی زمین

پر چلنے والا نہیں جس کا رزق ہمارے ذمۂ کرم پر نہ ہو[۵۹] ——— اللہ اکبر کیڑے مکوڑے سب کھائیں اور انسان بھوکے رہیں! ——— ہزار منصوبہ بندیاں ہوں جس جان کو آنا ہے، آ کر رہے گی[۶۰] ——— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حق و صحیح ہے ——— منصوبہ بندی کے اس عمل میں کسی کو شرک و بدعت نظر نہیں آتے ———

(۸) تصویر سازی ہمارے معاشرے میں عام ہے، علماء و عوام سب پسند فرماتے ہیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں کو پسند نہیں فرمایا بلکہ بیت اللہ کے دیواروں پر مقدس افراد کی تصاویر کو اپنے دست مبارک سے مٹایا[۶۱] ——— دولت کدے میں مصور پردہ لٹکایا گیا تو اس کو اتروا دیا پھر اس کو دو لخت کر دیا گیا[۶۲] ——— الغرض جس چیز میں تصویر دیکھتے بغیر مٹائے نہ چھوڑتے[۶۳] ——— جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صاحب خانہ کے پردے میں تصاویر ملاحظہ فرمائیں، تو دعوت میں شریک نہ ہوئے، واپس آ گئے[۶۴] ——— یہ ساری باتیں احادیث میں موجود ہیں[۶۵] مگر ہمارا طرز عمل سراسر اس کے خلاف ہے پھر بھی کسی کو ان باتوں میں شرک و بدعت نظر نہیں آتے۔

(۹) شراب پینا، گانے بجانے کی محفلیں قائم کرنا، مرد و عورت کا گھل مل کر شریک محفل ہونا، تالیاں بجانا، قہقہے لگانا ——— قرآن و حدیث میں ان سب باتوں کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ مگر ہم کو ان باتوں میں کبھی شرک و بدعت نظر نہ آتے۔

کیا کیا عرض کروں، کہاں تک عرض کروں؟ ——— یہ ساری بدعتیں ہمارے معاشرے کا لازمی جزو بن چکی ہیں، ان بدعتوں کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، کوئی تحریک نظر نہیں آتی ——— ہماری نکتہ چیں اور خردہ گیر آنکھ یہ سب بدعتیں دیکھتی چلی جاتی ہے، کہیں نہیں رکتی ——— رکتی ہے تو کہاں رکتی ہے ——— ! عقل حیران ہے، یقین انگشت بدنداں ہے، عشق و محبت فریادی ہیں ———

(۱۰) نکتہ چیں آنکھ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جشن ولادت منانا شرک و بدعت نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوم ولادت اور یوم وصال کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے[۶۶] ——— سب دنوں میں یہ دن نہایت ممتاز ہیں ——— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کو ہوئی، آپ پیر کو ولادت کی خوشی میں اظہار شکر کے طور پر روزہ رکھا کرتے تھے[۶۷] ——— اللہ کے نیک بندوں نے بھی ولادت کی خوشی میں جشن منانا شروع کیا مگر نکتہ چیں آنکھ کو وہ اچھا نہیں لگتا، اس میں شرک و بدعت کی بو آتی ہے ——— اپنے قائدین اور اکابرین کے یوم ولادت منانے، اپنی شادی کی سال گرہ منانے اور اپنے بچے کی سال گرہ منانے، یہود و نصاریٰ کی طرح موم بتیاں جلانے اور بجھانے، کیک کاٹنے میں کوئی برائی محسوس نہیں ہوتی، سب کچھ اچھا لگتا ہے

مگر یہ اچھا نہیں لگتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکراذکار ہوں، محامد وفضائل بیان کیے جائیں ——
محبت والے تو اگر خواب میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیں تو اس روز جشن مناتے ہیں۔ حضرت مجدد
الف ثانی علیہ الرحمہ نے ۱۰۳۰ھ اور ۱۰۳۳ھ کے درمیان خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو
گھر والوں کو جشن منانے اور انواع واقسام کے کھانے پکانے کا حکم دیا[۱۰۸] —— مگر ہماری نکتہ چیں آنکھ کو
یہ سب باتیں شرک و بدعت نظر آتی ہیں۔

(۲) خردہ گیر آنکھ کو نعت پڑھنا اور نعت سننا بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے —— حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود اشعار کی تعریف فرمائی[۱۰۹] —— عمرو بن شرید کے والد سے امیہ بن ابی الصلت کے ایک
سو اشعار سماعت فرمائے[۱۱۰] —— بعض اشعار خود پڑھے[۱۱۱] —— حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے
مسجد نبوی شریف میں خود منبر بچھایا اور اُن کو بٹھایا، اشعار سماعت فرمائے[۱۱۲] —— آپ کے چچا حضرت
عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے سب سے پہلا منظوم مولود نامہ پڑھا اور آپ نے سماعت فرمایا[۱۱۳] ——
کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قصائد پیش کیے اور آپ نے سماعت
فرمائے —— یہ ساری باتیں احادیث میں موجود ہیں مگر نہ معلوم کیوں نکتہ چیں آنکھ نعت خوانی کو شرک و
بدعت سمجھتی ہے! —— ایک پروفیسر صاحب نے بچوں کو اس لیے مسجد سے نکال دیا کہ وہ نعت پڑھ
رہے تھے، دوسرے پروفیسر صاحب نے ایک تبلیغی مرکز میں ایک نعت خواں سے نعت سننا چاہی تو نعت خواں
کی زباں روک دی گئی —— ہم ناچ گانے دیکھ اور سن سکتے ہیں، نعت نہیں سن سکتے —— ایک عزیز
نے بتایا، ایک صاحب ٹی وی میں گانے سن رہے تھے مگر جب نعت کی باری آئی تو پیچھے سے کہا "ٹی۔وی بند
کرو شرک ہو رہا ہے" انا للہ وانا الیہ راجعون! —— یہ کیا ہو رہا ہے؟ —— یہ کیوں ہو رہا ہے؟
عقل سوال کیے بغیر نہیں رہتی۔

(۳) نکتہ چیں آنکھ کو کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے میں بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے حالاں کہ صحابہ کرام،
صحابیات اور بچوں کا آخری عمل یہی تھا کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کے سامنے کھڑے
ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کیا[۱۱۴] جلیل القدر فرشتوں نے اپنے لشکروں کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پیش کیا،
—— خود قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فرشتے کھڑے کھڑے صلوٰۃ و سلام پیش کر رہے ہیں[۱۱۵]
یہ وہ عمل ہے جو اللہ و رسول کی تعظیم و تکریم اور خوشنودی کے لیے اختیار کیا گیا —— ہندوستان کے مشہور
محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پیش کرتے اور اس کو وسیلہ نجات اخروی
سمجھتے[۱۱۶] —— ہم ہر جگہ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہیں، قومی ترانے بجیں تو کھڑے ہو جائیں، جھنڈے

کی سلامی ہو تو کھڑے ہو جائیں۔ اسمبلی میں کسی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا جائے تو کھڑے ہو جائیں حتیٰ کہ ٹکٹ لینا ہو تو لائن میں کھڑے ہو جائیں مگر نکتہ چیں آنکھ کو سوائے صلوٰۃ و سلام کے کہیں شرک و بدعت نظر نہیں آتا ——

۴) نکتہ چیں آنکھ کو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا میں بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے اس لیے بعض عرب ممالک میں یہ دعا نہیں ہوتی۔ —— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نمازوں کے بعد والی دعا کو زیادہ قبولیت والی فرمایا ہے[117] —— اور ہر نماز کے بعد دعا کا حکم دیا ہے[118] —— خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ کر چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے[119] —— جب دعا مانگتے ہاتھ اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیا کرتے تھے[120] —— حضور صلی اللہ علیہ وسلم باواز بلند دعا مانگا کرتے تھے اگر ایسا نہ کرتے تو اتنی بہت سی دعائیں ہم تک کیسے پہنچتیں؟ —— افسوس ہم اس کو بھی شرک و بدعت سمجھنے لگے!

۵) نکتہ چیں آنکھ کو اس کھانے میں بھی شرک و بدعت نظر آتا ہے جس پر سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھی گئی ہو —— بعض لوگ ایسے کھانوں اور مشروبات کو نجس بھی سمجھتے ہیں —— موٹی سی بات ہے کہ پاک کھانے پر پاک آیات پڑھی جائیں تو اس کو زیادہ پاکیزہ ہونا چاہیئے —— نجس کیسے ہو گیا؟
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:-

> اور تمہیں کیا ہوا اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا، وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں، بے جانے —— بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے[121]

غور فرمائیں جن حضرات نے مندرجۂ بالا امور پر عمل فرمایا وہ کافر و مشرک نہ تھے، وہ کذاب و بدکردار نہ تھے، وہ ذلیل و حقیر نہ تھے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ان کی صداقت و شرافت اور پاکیزگی و پاک بازی پر زمانہ گواہ ہے —— انہوں نے انسانوں کو بنایا، معاشرے کو سنوارا —— وہ معاشرے پر عذاب بن کر مسلط نہ ہوئے، رحمت بن کر برسے —— یہ کیا قیامت ہے کہ ہر کافر و مشرک اور فاسق و فاجر کے طریقوں پر عمل ہو رہا ہے، ان کی ہر بدعت پسند ہے اور علماء امت کی ہر بدعت کفر و شرک —— یہ کیا راز ہے، یہ کیا بھید ہے؟

◎

ہم قرآن کو دیکھتے ہیں، حدیث کو دیکھتے ہیں۔ صحابہ اور صلحائے امت کو دیکھتے ہیں اور پھر اپنے طرز عمل

کو جا پہنچے ہیں تو حیرت انگیز تضاد نظر آتا ہے ——— ہم اُن چیزوں کو پسند نہیں کرتے اور شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں جن سے دین میں کوئی نقصان نہیں اور ملت کو کوئی ضرر نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے ——— دوسری طرف ہم اُن چیزوں کو پسند کرتے ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں ——— ہم نے نہ معلوم کیوں ہزارہا ہزار بدعتوں میں سے چند بدعتوں کا انتخاب کرلیا ہے اور اُنہیں کو ہدف بنائے ہوئے ہیں، کسی کی بات نہیں سنتے ہر دل کو اُن سُنّتوں اور بدعتوں سے پھیرنے میں لگے ہوئے ہیں ——— کہیں ہم عالمی سازش کا شکار تو نہیں؟———

گزشتہ دو ڈھائی صدیوں سے ملت اسلامیہ کی ایسی نظر بندی کی جارہی ہے کہ وہ بدعتیں جو کھلی گمراہی ہیں، دن کی روشنی میں نظر نہیں آتیں ——— جس آنکھ سے یہ نظر نہیں آتیں اسی کی آنکھ سے رات کے اندھیرے میں وہ باتیں شرک و بدعت نظر آتی ہیں، قرآن وحدیث میں جن کی اجازت ہے ——— ہمارا طرز عمل کچھ عجیب سا ہوگیا ہے ایک طرف حرام سے پرہیز نہیں کرتے دوسری طرف مباح اور مستحب کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں ——— ہم ذہنی خلجان میں مبتلا ہیں جس سے دشمنانِ اسلام کو فائدہ پہنچ رہا ہے ——— اپنے دور ہو رہے ہیں، دشمن قریب ہو رہے ہیں ——— پریشاں حال ملت کو یہ باور کرانا کہ اُن کے بزرگ، آباؤ اجداد اور علماء و مشائخ مشرک و بدعتی تھے نہایت ہی خطرناک ہے ——— گویا جس کو ہم مسلمانوں کا شاندار ماضی کہتے ہیں، وہ شاندار ماضی نہ تھا ——— جس کو ہم اسلام کی درخشاں تاریخ بھی کہتے ہیں وہ اسلام کی تاریخ نہ تھی ——— وہ شرک و بدعت کا دور تھا ——— یہ ایک ایسا مہلک فکر ہے جس سے ملت اسلامیہ بڑی تیزی سے پستی کی طرف جارہی ہے اور رفتہ رفتہ بے جان اور بے آسرا ہورہی ہے ——— یہ کسی دردمند کا فکر نہیں معلوم ہوتا، یہ تو عالمی سازش معلوم ہوتی ہے ——— آپ غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں:۔

(۱) وہ مسلمان جن کو ہم مشرک و بدعتی کہتے ہیں ڈیڑھ دو سو برس پہلے پوری دنیا پر چھائے ہوئے تھے، متحد و متفق تھے، شیرازہ بندھا ہوا تھا، یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین خوف کھاتے تھے ——— بیشک فکر صحیح میں یہ قوت ہے کہ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے اور بکھرے ہوؤں کو سمیٹتا ہے اور ہمیشہ غالب رہتا ہے ——— اگر وہ فکر صحیح نہیں تھا تو پھر عروج کیوں تھا؟ ——— اگر یہ فکر صحیح ہے تو پھر انتشار کیوں ہے، آزاد ہونے ہوئے یہ غلامی اور یہ ذلت و خواری کیوں ہے؟ عقل سلیم جواب مانگتی ہے۔

(۲) جن کو ہم شرک و بدعت کہتے ہیں ان میں اسلام اور ناموس رسالت پر مرمٹنے کا بڑا جذبہ ہے، تاریخ کے صفحات میں اُن کی شاندار قربانیاں ثبت ہیں، کوئی انکار کرنے والا انکار نہیں سکتا ——— اب بھی جہاں جہاں جہاد ہو رہا ہے اگلی صفوں میں وہی نظر آئیں گے۔ کسی مشرک اور بدعتی میں مرمٹنے کا یہ

جذبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

(۴) جن کو ہم مشرک و بدعتی کہتے ہیں انہوں نے کبھی یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سے اتحاد نہیں کیا حتیٰ کہ اُن سے مدد بھی نہیں مانگی حالاں کہ مشرک کو مشرک سے اتحاد کرنا چاہئے اور اس سے مدد مانگنی چاہئے ——— یہ حیرت انگیز حقیقت قابل توجہ ہے۔

(۵)

سلف صالحین اور اکابر امت کے گرد مسلمانانِ عالم کی اکثریت جمع تھی اور جمع ہے ——— ہم کو حدیث پاک میں اس اکثریت کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے ——— سورۂ فاتحہ میں اکابر امت حضرات علماء و مشائخ کے نشان قدم کو نیکی اور ہدایت کا معیار بنایا گیا ہے ——— اُن کے نقش قدم کا آئینہ بنایا گیا ہے ——— ان کے نقش قدم پر چلنے والے گمراہ نہیں ہو سکتے ——— حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اس جماعت کی پیروی کا حکم دیا ہے۔[۱۲۲]

جو اللہ و رسول اور سوادِ اعظم سے الگ اپنی راہ بنائے اس کے لیے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔
اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔[۱۲۳]

ہماری پریشانیوں اور مصیبتوں کا سبب یہی ہے کہ ہم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور قرآن حکیم کے حکم کو پس پشت ڈال کر اکابرِ ملت کا دامن چھوڑ دیا جن نہیں بلکہ اُن کو بدنام کرنے کے درپے ہو گئے اور بدبختی و بدنصیبی اس انتہا کو پہنچ گئی ——— لیکن جس پر اللہ کا ہاتھ ہے اس کو کون تباہ کر سکتا ہے! ——— ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمنانِ اسلام نے اور سیاسی حربوں کی طرح 'بدعت' کو عالمی پیمانے پر سیاسی حربے کے طور پر استعمال کیا ہے اور بھولے بھالے مسلمان اس راز کو نہیں سمجھ پا رہے ——— وہ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ صرف انہیں بدعتوں کے خلاف کیوں جدوجہد کی جا رہی ہے جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ رہتی ہے، جن سے دلوں میں حرارت پیدا ہوتی ہے جن سے اسلامی غیرت بیدار ہوتی ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ جن سے مسلمان، مسلمان معلوم ہوتا ہے پچھلی دو تین صدیوں سے دشمنانِ اسلام، اسلام اور اسلامی شعائر سے بیزار کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں، وہ عالم کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں ——— سب سے زیادہ فکر ان کو انہی کی ہے جو مشرک و بدعتی کہلاتے ہیں ——— ہمارے تہذیبی، تمدنی، تعلیمی، معاشری، معاشرتی، سیاسی سارے ڈھانچے یکسر بدل دیے

گئے، ایک فکر وعقیدے کا ڈھانچہ رہ گیا تھا، اب اس کی توڑ پھوڑ کا عمل جاری ہے ــــــ فکر وعقیدہ فرد وجماعت کے بنانے اور بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے ــــــ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فکر صالح اور عقائد صحیحہ سے ایک انقلاب عظیم برپا کیا، مغلوب قوم غالب ہو گئی، گمراہ ہادی بن گئے، آپ نے سب سے پہلے شخصی حکومت کے مقابل نظریاتی حکومت قائم کر کے عالم کو ایک نیا تصورِ حکومت دیا، آج کی دنیا اس کی پیروی کر رہی ہے مگر اللہ کے قانون کے بجائے انسان پر انسان کا قانون نافذ کر کے شخصی حکومت کی یاد تازہ کی جا رہی ہے، ہر انسان پریشان ہے ــــ کاش انسانیت کی خاطر اسلامی نظام اپنا لیا جاتا! مگر نفسانیت کا عفریت انسانیت کو جینے نہیں دیتا ــــــ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور سب کو اللہ و رسول کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین! آیئے ہم اُس صراطِ مستقیم پر چلیں جس کا ذکر سورۂ فاتحہ میں ہے[۱۲۴] ــــــ جس کا ذکر سورۂ یٰسٓ میں ہے[۱۲۵] ــــــ جس کا ذکر سورۂ انعام میں ہے[۱۲۶] ــــــ جس کا ذکر سورۂ زخرف میں ہے[۱۲۷] ــــــ جس کا ذکر سورۂ شوریٰ میں ہے[۱۲۸] ــــــ جس کا ذکر سورۂ نور میں ہے[۱۲۹] ــــــ جس کا ذکر سورۂ حج میں ہے[۱۳۰] ــــــ جس کا ذکر سورۂ نحل میں ہے[۱۳۱] ــــــ ہاں ہمارے اکابر واجداد اسی صراطِ مستقیم پر چلتے رہے ــــــ اس صراطِ مستقیم پر چلنے والے سب بھائی بھائی ہیں ــــــ بھائیوں کو مشرک و بدعتی نہ کہیں، قرآنِ حکیم کا یہ ارشاد یاد رکھیں:-

جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں[۱۳۲]

ہاں سے — اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

آمین!

۱۸ / جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

۲۲ / نومبر ۱۹۹۴ء

کراچی

(سندھ - پاکستان)

حواشی

۱؎ سورۂ رحمٰن : ۲۹ ۲؎ سورۂ ضحیٰ : ۴ ۳؎ سورۂ بقرہ : ۱۵۲

۴؎ سورۂ آلِ عمران : ۳۱ ۵؎ سورۂ بقرہ : ۱۵۴ ۶؎ مؤطا امام محمد ص ۱۰۴

۷؎ سورۂ حدید : ۲۷ ۸؎ یہ آیت کریمہ مندرجہ ذیل حدیث پاک کی محکم اساس ہے ۔

جس کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے (مؤطا امام محمد ص ۱۰۴)

۹؎ سورۂ حدید : ۲۷ ۱۰؎ سورۂ بقرہ : ۱۲۵

۱۱؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المواقیت، فصل ثانی، ج ۲، ص ۱۲۴؛ شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۲۰

۱۲؎ بخاری شریف، لاہور، ج ۲، ص ۸۳۶ ۱۳؎ بخاری شریف، لاہور ج ۲، ص ۸۳۶

۱۴؎ بخاری شریف لاہور، ص ۸۳۶، ۱۵؎ بخاری شریف لاہور ص ۸۳۶ ۱۶؎ بخاری شریف لاہور ص ۸۳۶

۱۷؎ سورۂ بقرہ : ۱۵۸ ۱۸؎ سورۂ بقرہ : ۱۸۴ ۱۹؎ بخاری شریف، لاہور ج ۳، ص ۷۲۳

۲۰؎ مسلم شریف، ج ۶، ص ۱۳۲، کراچی ۲۱؎ بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۸۶

۲۲؎ بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۰۱، لاہور، مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۷۳

۲۳؎ مسلم شریف، ج ، ص ۱۷۴، کراچی ۲۴؎ ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۳۴، کراچی

۲۵؎ مسلم شریف، ج ، ص ۳۳۱، کراچی ۲۶؎ بخاری شریف، ج ۲، ص ۸۵۴ دہلی، ترمذی شریف

ج ۱، ص ۵ [illegible] ، کراچی ۲۷؎ ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی، بخاری، ج ۱، ص ۴۹۷

۲۸؎ بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۰۹۷، ۲۹؎ مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۵۹۵ ۳۰؎ سورۂ کہف : ۲۱

۳۱؎ مثلاً سورۂ انفال : ۳۸، سورۂ اسراء : ۱۷، سورۂ آلِ عمران : ۱۳۷، سورۂ احزاب : ۶۲

سورۂ حجر : ۱۳، سورۂ کہف : ۵۵، سورۂ نساء : ۲۶، سورۂ احزاب : ۳۸، سورۂ فاطر : ۱۳، ۴۳

سورۂ غافر : ۸۵، سورۂ فتح : ۲۳ ۳۲؎ کتاب الاقتضاء، ص ۶۷

۳۳؎ مسلم شریف، دہلی ج ۱، ص ۳۲۷، مشکوٰۃ شریف، کراچی ص ۳۳

۳۴؎ مسلم شریف، ج ۶، ص ۲۸۶ ۳۵؎ سورۂ فاتحہ : ۵-۷

۳۶؎ سورۂ فصلت : ۲۴، سورۂ نساء : ۹۷، سورۂ قصص : ۸۴، سورۂ شوریٰ : ۲۳، سورۂ آلِ عمران : ۱۲۰،

سورۂ الانعام : ۱۶۰، سورۂ نساء : ۴۰، سورۂ بقرہ : ۲۴۵

۳۷؎ سورۂ قلم: ۱۲، سورۂ معارج: ۲۱، سورۂ عادیات: ۸، سورۂ بقرہ: ۱۸۴، سورۂ نسآء: ۱۴۹

۳۸؎ سورۂ یٰسٓ: ۱۲ ۳۹؎ سورۂ بیّنہ: ۷، سورۂ مریم: ۹۶، سورۂ طٰہٰ: ۷۵، سورۂ انبیآء: ۹۴، سورۂ روم: ۴۴
سورۂ سبا: ۱۱، سورۂ جاثیہ: ۱۵، سورۂ تغابن: ۹، سورۂ طلاق: ۱۱

۴۰؎ سورۂ غافر: ۴۰ ۴۱؎ سورۂ بقرہ: ۲۰۷، ۲۶۵، سورۂ نسآء: ۱۱۴

۴۲؎ سورۂ ضحیٰ: ۵ ۴۳؎ بخاری شریف، لاہور، ج ۱، ص ۱۰۱

۴۴؎ عینی، ج ۱، ص ۳۶۸ ۴۵؎ سورۂ حجرات: ۱۲ ۴۶؎ سورۂ بقرہ: ۱۱۷، سورۂ انعام: ۱۰۱

۴۷؎ Maan Z. Madina : **Arabic English Dictionery,**
Columbia University, New York, 1973, Page 43-44

المنجد، فیروز اللغات، المعجم الاعظم

۴۸؎ ایضاً، ص ۱۴۶، المنجد، فیروز اللغات، المعجم الاعظم۔

۴۹؎ سورۂ کہف: ۷۰، سورۂ طٰہٰ: ۱۱۳، سورۂ طلاق: ۱، سورۂ انبیآء: ۲، سورۂ شعرآء: ۵

۵۰؎ سورۂ حدید: ۲۷، سورۂ بقرہ: ۱۱۷، سورۂ انعام: ۱۰۱، سورۂ احقاف: ۹ ۵۱؎ سورۂ مومنون: ۱۴

۵۲؎ بخاری شریف، ج ۲، ص ۱۰۸۰۔ ۵۳؎ مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۶۹ بحوالہ مسلم شریف

۵۴؎ مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۴۲ بحوالہ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی شریف، سنن ابن ماجہ

۵۵؎ بخاری شریف، ج ۱، ص ۲۷۱، مسلم شریف ج ۲، ص ۷۷، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۶۸

۵۶؎ سورۂ نسآء: ۴۲ ۵۷؎ سورۂ نسآء: ۴۳

۵۸؎ سورۂ بقرہ: ۲۶۰ ۵۹؎ الطبقات الکبریٰ، تاریخ خمیس، ج ۲، ص ۳۵

۶۰؎ مسلم شریف، کتاب المساجد، ص ۱۰۷ ۶۱؎ سورۂ بقرہ: ۱۲۹، ۱۵۱، سورۂ آل عمران: ۱۶۴، سورۂ جمعہ: ۲

۶۲؎ سورۂ انشراح: ۴ ۶۳؎ مشکوٰۃ، کتاب الاطعمۃ، باب آداب الطعام، فصل دوم

۶۴؎ مشکوٰۃ شریف، ص ۰، بحوالہ دارقطنی، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

۶۵؎ سورۂ مآئدہ: ۱۰۱ ۶۶؎ ترمذی شریف، ج ۱، ص ۱۰۴، مسلم شریف ج ۲، ص ۲۰۳

۶۷؎ سورۂ نحل: ۱۱۷ ۶۸؎ بخاری شریف، باب فضل من قام رمضان

۶۹؎ مشکوٰۃ شریف، باب قیام رمضان ۷۰؎ مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام

۷۱؎ عبدالحق حقانی: عقائد الاسلام، مطبوعہ دہلی (مؤلفہ ۱۲۹۲ھ) ص ب

۷۲؎ ایضاً، ص ۱۳۳ ۷۳؎ ایضاً، ص ۱۳۴ ۷۴؎ ایضاً، ص ۱۳۴،

۷۵؎ ایضاً ص: ۱۳۴ ۷۶؎ شاطبی: کتاب الاعتصام

۷۷ اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی، بیروت، ج ۸، ص ۵۳۹، کشف الخفا للعجلونی ج ۱، ص ۴۹۵

۷۸ سورۂ بقرہ: ۲۰۱ ۷۹ شمائل ترمذی شریف، لاہور، ص ۹

۸۰ احمد بن محمد بن صدیق الغماری الحسنی نے اپنی کتاب "مطابقۃ الاختراعات العصریۃ لما اخبر بہ سید البریۃ" میں کتب حدیث سے بہت سی اختراعات اور بدعات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مولانا احمد میاں برکاتی نے بعنوان اسلام اور عصری ایجادات (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء) کیا ہے۔ مسعود

۸۱ سورۂ آل عمران: ۳۱

۸۲ سورۂ نسآء: ۸۰، سورۂ آل عمران: ۱۳۲، ۱۴۴، ۱۳۹، سورۂ مآئدہ: ۱۵۱، سورۂ عنکبوت: ۴۱، سورۂ ممتحنہ: ۱

۸۳ سنن نسائی، ج ۲، ص ۲۷۴ ۸۴ مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۵۹

۸۵ بخاری شریف، ج ۲، ص ۸۷۵، ابوداؤد شریف، ج ۱، ص ۱۲۲، مسلم شریف ج ۱، ص ۱۲۹

۸۶ سورۂ احزاب: ۳۳ ۸۷ سورۂ احزاب: ۳۳ ۸۸ سورۂ نور: ۳۱

۸۹ سورۂ نور: ۳۱ ۹۰ سورۂ احزاب: ۵۹ ۹۱ سورۂ نور: ۳۱

۹۲ ٹالسٹائی، پیغمبر اسلام، لاہور ۱۹۲۰ء، ص ۴۴ ۹۳ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۴۹

۹۴ سورۂ اسراء: ۲۶، ۲۷، سورۂ اعراف: ۳۱، سورۂ انعام: ۱۴۱

۹۵ بخاری شریف، ج ۲، ص ۸۷۴ ۹۶ ترمذی شریف، ص ۳۹۶

۹۷ مسند احمد بن حنبل ۹۸ نسائی شریف ۹۹ سورۂ ہود: ۶۱

۱۰۰ بخاری شریف، ج ۲، ص ۸۷۴ ۱۰۱ سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۷۴

۱۰۲ مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۰۱، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۱۷

۱۰۳ بخاری شریف، ج ۲، ص ۸۸۰ ۱۰۴ سنن نسائی، ج ۲، ص ۲۵۶

۱۰۵ جامع ترمذی، ۲۶۹، ابن ماجہ، ص ۲۶۸، سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۲۱۷

۱۰۶ سورۂ مریم: ۱۵ ۱۰۷ ابن اثیر، اسد الغابہ، ج ۱، ص ۲۱، ۲۲

۱۰۸ مکتوب امام ربانی، دفتر ۳، مکتوب نمبر ۱۰۶ ۱۰۹ مشکوٰۃ، کتاب الادب، باب البیان والشعر، حدیث نمبر

۱۱۰ ایضاً، حدیث نمبر ۵ ۱۱۱ ایضاً، حدیث نمبر ۱۰

۱۱۲ ایضاً، حدیث نمبر ۹ ۱۱۳ ابن کثیر: میلاد مصطفیٰ، ص ۲۹-۳۰

۱۱۴ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ، ج ۲ ص ۴۴۰ ۱۱۵ سورۂ صٰفٰت: ۱

۱۱۶ عبدالحق محدث دہلوی: اخبار الاخیار، ص ۶۲۴ (اردو)، اخبار الاخیار (فارسی) مطبوعہ دہلی (۱۳۰۹ھ) ص ۳۰۹

۱۱۷ۓ مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، فصل نمبر۲، حدیث نمبر۱

۱۱۸ۓ ایضاً، باب صفۃ الصلوٰۃ، حدیث نمبر۱۰

۱۱۹ۓ ایضاً، کتاب الدعوات، فصل نمبر۲، حدیث نمبر ۲۳

۱۲۰ۓ ابن ماجہ، باب رفع الیدین فی الدعاء، ص ۲۸۴، بخاری، کتاب الدعوات، باب رفع الیدین فی الدعاء، ج ۲، ص ۹۳۸

۱۲۱ۓ سورۃ انعام : ۱۱۹

۱۲۲ۓ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ص ۲۸۳ ؛ مشکوٰۃ شریف، ج ۱، ص ۸۴

۱۲۳ۓ سورۃ نساء : ۱۱

۱۲۴ۓ سورۃ فاتحہ : ۵

۱۲۵ۓ سورۃ یٰس : ۲

۱۲۶ۓ سورۃ انعام : ۱۵۳

۱۲۷ۓ سورۃ زخرف : ۴۴

۱۲۸ۓ سورۃ شوریٰ : ۵۲

۱۲۹ۓ سورۃ نور : ۴۶

۱۳۰ۓ سورۃ حج : ۵۴

۱۳۱ۓ سورۃ نحل : ۱۲۱

۱۳۲ۓ سورۃ نساء : ۹۴

۳۲
نغفر لكم خطٰيٰكم وسنزيد المحسنين ۵۸

وکونوا مع الصٰدقین

اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ